24

خدام الاحمدیہ میں
ہر احمدی نوجوان کا شامل ہونا لازمی ہے

(فرمودہ 23جون 1944ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے قانون میں ہمیں یہ بات نظر آتی ہے کہ جو چیزیں اپنی ضرورت کے زمانہ تک چلتی چلی جاتی ہیں اُن میں تناسل کا سلسلہ جاری نہیں ہوتا۔ مثلاً سورج ہے۔ جب تک سورج چلے گا یہ دنیا بھی اُس کے ساتھ چلے گی۔ جب سورج فنا ہو جائے گا تو اُس کے اِرد گرد کے جو کُرّے ہیں وہ بھی فنا ہو جائیں گے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے سورج کے لیے تناسل کا سلسلہ جاری نہیں کیا۔ تناسل کا سلسلہ جاری کرنے کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ اُس چیز کا قائم مقام پیدا ہو اور سورج کے قائم مقام کی چونکہ ضرورت نہیں اُس نے اپنے مقصد تک اپنے آپ کو لے جانا ہے اِس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے سلسلۂ تناسل جاری نہیں کیا۔ جب وہ فنا ہو جائے گا اللہ تعالیٰ اسی طرح کا اَور سورج پیدا کر دے گا۔ اسی سورج میں سے اَور سورج نکالنے کی

ضرورت نہیں۔ اسی طرح پہاڑ ہیں۔ جو پہاڑ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں وہی چلے جاتے ہیں۔ کبھی کوئی یہ نہیں کہتا کہ آج ہمالیہ نے بچہ دیا ہے یا آج ہمالیہ مر گیا۔ آج فلاں چٹان نے بچہ دیا یا آج فلاں چٹان مر گئی۔ آج لوہا دنیا میں مر گیا یا آج لوہے کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ اس لیے کہ جب تک لوہے کی ضرورت ہے وہی لوہا دنیا میں کام آتا رہے گا۔ اس لیے ان چیزوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے سلسلۂ تناسل جاری نہیں کیا۔ مگر وہ چیزیں جو اپنے قومی مقصد و مدعا کے حصول سے پہلے ختم ہو جاتی ہیں اُن کے لیے اللہ تعالیٰ نے تناسل کا سلسلہ جاری کیا ہے۔ جب تک دنیا ہے اور انسان اس میں آباد ہیں سواری اور بوجھ اٹھانے کے لیے گھوڑوں کی ضرورت ہے، خچروں اور گدھوں کی ضرورت ہے۔ مگر یہ چیزیں مرتی ہیں۔ گھوڑے مر جاتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ اَور گھوڑے پیدا کر دیتا ہے۔ خچریں مرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اَور خچریں پیدا کر دیتا ہے۔ گدھے مرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اَور گدھے پیدا کر دیتا ہے۔ ان کے لیے سلسلۂ تناسل جاری ہے۔ یہی حال انسان کا ہے۔ انسان کو اللہ نے خاص مقصد کے لیے پیدا کیا ہے۔ وہ مقصد کسی خاص انسان کے ساتھ وابستہ نہیں۔ کوئی ایک انسان نہیں جس کے ساتھ انسانی پیدائش کی غرض پوری ہو جاتی ہو۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے انسانی پیدائش کا ایک لمبا سلسلہ جاری کیا ہے تا جب تک اس مقصد کی تکمیل کا وقت آئے انسان دنیا میں موجود رہے اور خدا تعالیٰ سے ملنے اور اُس کا قُرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہے۔ مگر چونکہ انسان مرتے ہیں اس لیے ان میں سلسلۂ تناسل جاری کیا گیا ہے۔ ایک انسان مرتا ہے تو اُس کے پیچھے دو تین، چار پانچ یا کم و بیش بچے اُس کے قائم مقام موجود ہوتے ہیں۔ تو جہاں تک جسمانیات کا تعلق ہے انسان میں تناسل کا سلسلہ موجود ہے۔

اس کے مقابلہ میں روحانی حالت ہے۔ اس کے لیے بھی تناسل کا سلسلہ ضروری ہے کیونکہ جب تک تناسل کا سلسلہ جاری نہ ہو ایک نسل کے بعد پھر کفر و بدعت دنیا میں پھیل جائے۔ جس طرح جسمانی لحاظ سے سلسلۂ تناسل ضروری ہے اسی طرح روحانی لحاظ سے بھی ضروری ہے۔ جس طرح جسمانی نسل چلانے کے لیے مرد و عورت باہم ملتے ہیں اور بچہ پیدا ہوتا ہے اِسی طرح روحانی نسل کے لیے مامور اور مرید یا معلّم اور متعلّم کا ملنا ضروری ہے۔

خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نبی آتا ہے اور اُس کی اُمت کے لوگ اس کے ساتھ ملتے ہیں۔ اس کے حسن کو اپنے دلوں پر نقش کر لیتے ہیں اور اس کی تعلیمات کو سیکھتے ہیں۔ اور جس طرح جب ایک انسان فوت ہوتا ہے تو اُس کا حُسن اُس کے بعد بھی اُس کی اولاد میں موجود ہوتا ہے نبی اور مامور کے بعد اس کے متبعین میں اُس کا حسن منتقل ہو جاتا ہے۔ جس طرح ایک انسان کی وفات کے بعد اس کی جسمانیت اس کی اولاد میں منتقل ہو جاتی ہے اِسی طرح نبی اور مامور کی وفات کے بعد اُس کا نور اور اس کی روحانیت اس کے متبعین میں منتقل ہو جاتی ہے۔ اگر اس کی اولاد ایسی نہیں جو رجولیت سے محروم ہو تو وہ پھر آگے ایسے لوگ جَنتی ہیں جن میں ان کا اثر موجود ہوتا ہے اور پھر وہ آگے اس سلسلہ کو چلاتے جاتے ہیں۔ حتّٰی کہ وہ زمانہ آجاتا ہے جب روحانی نسل روحانی طور پر بانجھ اور نامرد پیدا ہوتی ہے اور نسل بند ہو جاتی ہے۔ مگر چونکہ جسمانی نسل بند نہیں ہوتی اور سلسلۂ تناسل جاری ہوتا ہے اِس لیے اللہ تعالیٰ ایک نیا روحانی آدم پیدا کرتا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا اس نئے آدم کے پیدا کیے جانے سے پچھلی اُمت کی ذمہ داریاں ختم ہو جاتی ہیں؟ ہر گز نہیں۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتی کہ نیا آدم جو پیدا ہو گیا اس لیے ہماری ذمہ داری ختم ہو گئی۔ خدا تعالیٰ اُن سے کہے گا کہ اگر مَیں نے نیا آدم پیدا کیا تو اِس لیے کہ تمہاری وجہ سے روحانی سلسلہ بند ہو گیا۔ اور اس سلسلہ کو بند کرنے کی وجہ سے وہ خدا تعالیٰ کی لعنت کے نیچے آجاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی کے بچہ کو مار دے اور کہے کہ کیا ہوا مار دیا، ماں باپ ابھی زندہ ہیں اَور بچہ پیدا کر سکتے ہیں تو کیا اُس کے ماں باپ اُس کو چھوڑ دیں گے؟ اِسی طرح اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو یہ جواب دے گا کہ مَیں نے نیا آدم تو اِس مجبوری کی وجہ سے پیدا کیا کہ پہلا سلسلہ تم نے بند کر دیا۔ اگر تم اُسے جاری رکھتے تو نیا آدم پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ تو روحانی نسل کا جاری رکھنا بلکہ آئندہ نسل کو پہلی سے بہتر بنانے کی کوشش کرنا نہایت ضروری ہے۔

انگریزوں کی خواہ کوئی کتنی بُرائی کرے اِس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ لوگ اپنے ملک میں بھی اور یہاں بھی ہمیشہ بیج کو بہتر بنانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور ہمیشہ کوشش کرتے رہتے ہیں کہ بیج پہلے سے اچھے ہوں۔ ہندوستان میں پہلے گندم بہت ادنیٰ قسم کی

ہوتی تھی۔ دانے بہت چھوٹے چھوٹے ہوتے تھے اور جھاڑ[1] بھی بہت کم ہوتا تھا۔ بے شک ایک قسم کی گندم یہاں ہوتی تھی جسے وڈانک[2] کہتے تھے۔ اس کا دانہ بے شک موٹا ہوتا تھا مگر اسے بونا اور پرورش کرنا بہت مشکل تھا۔ عام طور پر جو گندم یہاں ہوتی تھی اس کے دانے چھوٹے چھوٹے ہوتے تھے۔ مگر انگریزوں نے بیجوں کو ترقی دے دے کر کئی اقسام کی اعلیٰ درجہ کی گندم پیدا کر دی ہے۔ کوئی 8-518 ہے، کوئی 1-591 وغیرہ وغیرہ ہے اور اس طرح بڑھاتے بڑھاتے کئی قسمیں گندم کی پیدا کر لی ہیں جن کا دانہ بھی اچھا ہوتا ہے اور جھاڑ بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اِسی طرح کپاس کا حال ہے۔ اس کے بیج کو بھی ترقی دے کر ایسی اقسام پیدا کر لی ہیں کہ دیسی روئی سے بہت اعلیٰ روئی پیدا ہونے لگی ہے جس کے ریشے بھی لمبے ہوتے ہیں اور قیمت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ دیسی روئی اگر بارہ روپے من بکتی ہے تو وہ بائیس روپے من بکتی ہے۔ جھاڑ بھی زیادہ ہوتا ہے، کپڑا بھی اس سے عمدہ اور نرم تیار ہوتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ جس قوم کو پیدا کرتا ہے اس کا فرض ہوتا ہے کہ وہ صرف یہ نہ دیکھے کہ وہ ایمان لے آئی ہے بلکہ یہ بھی دیکھے کہ اُس کی آئندہ نسل پہلی نسل سے اچھی ہو۔ اگر پہلے لوگ آدھ گھنٹہ تہجد پڑھتے ہیں تو اگلی نسل کے لوگ ایک گھنٹہ پڑھنے والے ہوں۔ ایک نسل اگر نماز کو اِس طرح پڑھتی ہے کہ پانچ نمبر ملتے ہیں تو اگلی نسل ایسی ہونی چاہیے کہ جو سات آٹھ نمبر حاصل کرنے والی ہو۔ پہلی نسل کی نسبت دوسری نسل عرفان میں زیادہ ہو۔ اگر اِس بات کا خیال رکھا جائے تو دنیا میں ہدایت پھیل سکتی ہے ورنہ اگر یہ نہ ہو تو قوم کا روحانی فیض بند ہو جائے گا۔ بچپن میں ہمیں کئی دفعہ لدھیانہ آنا جانا پڑتا تھا۔ وہاں ایک دریا ہے جسے بڈھا دریا کہتے ہیں۔ اُس کا پانی بہت کم ہے اور وہ ریت میں ہی جذب ہو جاتا ہے۔ اِسی طرح جو قوم اپنی آئندہ نسل کی روحانی ترقی کا خیال نہیں کرتی اُس کا روحانی فیض بند ہو جاتا ہے۔

اِسی غرض کے لیے مَیں نے خدام الاحمدیہ کا قیام کیا تھا۔ بڑوں کا فرض ہے کہ نوجونوں کی اصلاح کریں۔ مگر مَیں نے خدام الاحمدیہ کی تحریک اس لیے جاری کی کہ اگر بڑے نوجوانوں کی اصلاح کے کام میں سُستی کریں تو نوجوان خود اس کی کوشش کریں۔ پہلے یہ صرف قادیان کے لیے ہی تھی۔ پھر قادیان میں اسے لازمی کر دیا گیا اور باہر کی جماعتوں میں

جو عہدیدار چالیس سال سے کم عمر کے ہوں اُن کے لیے خدام الاحمدیہ کا ممبر ہونا ضروری قرار دے دیا گیا۔ اب تک یہ صرف تجربہ ہی تھا۔ اب اسے مستقل کیا جارہا ہے اور مَیں یہ قاعدہ بنانے والا ہوں کہ ہندوستان میں جہاں جہاں بھی جماعت ہے وہاں کے نوجوانوں کے لیے جو پندرہ سال سے زیادہ اور چالیس سال سے کم عمر کے ہوں مجلس خدام الاحمدیہ کا ممبر ہونا لازمی ہوگا اور ضروری ہوگا کہ وہ اس میں شامل ہوں۔ اور مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ قریب زمانہ میں اِس کا اعلان کرنے والی ہے۔ اور اس خطبہ کے ذریعہ مَیں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ جو نوجوان اِس میں شامل نہ ہوگا یہ سمجھا جائے گا کہ وہ سلسلہ کی خدمت کے لیے آمادہ نہیں اور وہ اپنی زبان سے اپنے آپ کو قومی غدار قرار دیتا ہے۔ اور ہر وہ ماں باپ جو اپنے بچوں کو اس میں شامل کرنے میں حصہ نہ لیں گے سمجھا جائے گا کہ وہ اپنے بچوں کو سچا مسلمان بنانے کی خواہش نہیں رکھتے۔ اور ہر وہ جماعت جو اِس تحریک کو کامیاب بنانے میں حصہ نہ لے گی اور اپنے نوجوانوں کو اِس میں شامل ہونے پر مجبور نہ کرے گی سمجھا جائے گا کہ وہ اپنا فرض ادا نہیں کررہی۔

جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے قومی زندگی کے لیے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ قوم کے نوجوان پہلے سے بہتر ہوں۔ پس اس کے لیے مَیں خدام کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ وہ نوجوانوں میں ذکرِ الٰہی، نمازوں کو پابندی اور عمدگی کے ساتھ ادا کرنے اور تہجد پڑھنے کی عادت ڈالیں۔ مجھے افسوس ہے کہ ابھی تک خدّام میں یہ باتیں پوری طرح نظر نہیں آتیں۔ نماز مغرب کے بعد مسجد مبارک میں جو مجلس ہوتی ہے اُس میں بعض دفعہ کوئی ایسا سوال بھی کر دیتا ہے جو عقل کے خلاف ہوتا ہے اور مَیں نے دیکھا ہے کہ اِس پر نوجوان ہنس پڑتے ہیں۔ پھر مَیں نے دیکھا ہے کہ کھٹاکھٹ کی وجہ سے وہ نماز خراب کرنے لگ جاتے ہیں۔ ابھی مَیں سنتیں ہی پڑھ رہا ہوتا ہوں کہ وہ نیچے سے اوپر آنے لگ جاتے ہیں اور اِس طرح نماز خراب کرتے ہیں اور اُن کو یہ خیال نہیں آتا کہ اِس طرح شور کرکے نماز خراب نہ کریں۔ تنظیم کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ تعلیم دی جائے اور نوجوانوں کو سمجھانا چاہیے کہ نماز بہت ضروری چیز ہے اسے وقار کے ساتھ اور عمدگی کے ساتھ ادا کرنا چاہیے۔ اِس کی کیا وجہ ہے کہ ہم ابھی ایک رکعت سُنتوں کی بھی

پوری نہیں کرنے پاتے کہ وہ نماز ختم کرکے اوپر آنے لگ جاتے ہیں؟ گویا ایک رکعت ختم کرنے سے بھی پہلے وہ دونوں رکعت سنت ادا کر لیتے ہیں اور نماز فرض کی جو رکعتیں اُن کی باقی ہوتی ہیں وہ بھی پوری کر لیتے ہیں۔ نیچے عام طور پر وہی لوگ ہوتے ہیں جو بعد میں آکر جماعت میں شامل ہوتے ہیں اور جب تک مَیں آدھی سُنتیں ادا کرتا ہوں وہ ساری نماز ختم کر کے اوپر آنا شروع کر دیتے ہیں اور دوسروں کے آدھی نماز ادا کرنے تک وہ سنتیں بھی ادا کر لیتے ہیں اور فرض بھی پورے کر لیتے ہیں۔ صرف اس لیے کہ وہ آگے جگہ حاصل کر سکیں۔ وہ نہ صرف اپنی نماز کو وقار اور عمدگی کے ساتھ ادا نہیں کرتے بلکہ دوسروں کی نماز بھی خراب کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر وہ قریب جگہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے انہیں پہلے آنا چاہیے۔ نماز کو ہمیشہ آہستگی اور وقار کے ساتھ ادا کرنا چاہیے۔ اِسی طرح ذکر الٰہی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر نماز کے بعد 33 دفعہ تسبیح، 33 دفعہ تحمید اور 34 دفعہ تکبیر کہنی چاہیے **3** اور جو لوگ نیچے سے اتنی جلدی اوپر چڑھنے لگتے ہیں وہ یہ ذکر بھی نہیں کرتے ہوں گے۔ گویا ایک تو وہ جلدی جلدی نماز ادا کرتے ہیں اور دوسرے ذکر الٰہی بھی نہیں کرتے۔ اور جو لوگ مجلس میں تو آتے ہیں مگر عمل نہیں کرتے اُن کے آنے کا کیا فائدہ؟ کچھ مدت ہوئی ایک خطبہ میں نمازوں کو اچھی طرح ادا کرنے کی طرف مَیں نے توجہ دلائی تھی۔ اُس وقت مَیں نے دیکھا کہ دو آدمی جو کسی گاؤں کے رہنے والے معلوم ہوتے تھے نماز کو بہت اچھی طرح ادا کر رہے تھے۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ گاؤں کے رہنے والے بھی وقار، آہستگی اور عمدگی سے نماز پڑھ رہے ہیں۔ گاؤں کے لوگ تو سن کر عمل کرنے لگے مگر کس قدر افسوس کہ قادیان کے نوجوان اِس طرف توجہ نہیں کرتے اور نماز جلدی جلدی ختم کرکے دَوڑتے ہوئے اوپر آنے لگتے ہیں اور کھٹا کھٹ کے شور سے دوسروں کی نماز بھی خراب کرتے ہیں۔ صرف اِس لیے کہ مجلس میں اچھی جگہ مل سکے۔ حالانکہ اگر ان کی یہ خواہش ہے تو انہیں چاہیے کہ پہلے آئیں۔ ایک تو پیچھے آنا پھر جلدی جلدی نماز ختم کرنا، ذکر الٰہی نہ کرنا اور دوسروں کی نماز بھی خراب کرنا یہ سب روحانیت کو مارنے والی باتیں ہیں۔ پھر تہجد کی عادت بھی نوجوانوں میں بہت کم ہے۔ خدام کا فرض ہے کہ کوشش کریں سو فیصدی نوجوان

نماز تہجد کے عادی ہوں۔ یہ ان کا اصل کام ہو گا جس سے سمجھا جائے گا کہ دینی روح ہمارے نوجوانوں میں پیدا ہو گئی ہے۔ قرآن کریم نے تہجد کے بارے میں اَشَدُّ وَطْأً **4** فرمایا ہے۔ یعنی یہ نفس کو مارنے کا بڑا کارگر حربہ ہے۔ پس خدام الاحمدیہ کو دیکھنا چاہیے کہ کتنے نوجوان باقاعدہ تہجد گزار ہیں اور کتنے بے قاعدہ ہیں۔ باقاعدہ تہجد گزار وہ سمجھے جائیں جو سو فیصدی تہجد ادا کریں۔ سوائے اس کے کہ کبھی بیمار ہوں یا رات کو کسی وجہ سے دیر سے سوئیں یا سفر سے واپس آئے ہوں اور صبح اٹھ نہ سکیں۔ اور بے قاعدہ وہ سمجھے جائیں جو ہفتہ میں ایک دو دفعہ ہی ادا کریں۔ باقاعدہ تہجد پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ سو فیصدی تہجد گزار ہوں اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ۔ سوائے ایسی کسی صورت کے کہ وہ مجبوری کی وجہ سے ادا نہ کر سکیں اور خدا تعالیٰ کے حضور ایسے معذور ہوں کہ اگر فرض نماز بھی جماعت کے ساتھ ادا نہ کر سکیں تو قابلِ معافی ہوں۔ اگر یہ بات ہمارے نوجوانوں میں پیدا ہو جائے تو ان میں ایسا ملکہ پیدا ہو جائے گا کہ وہ دین کی باتوں کو سیکھ سکیں گے اور اگر یہ نہیں تو باقی صرف مشق ہی رہ جاتی ہے جو انگریز، جرمن اور امریکن بھی کرتے ہیں۔ بلکہ وہ ہمارے نوجوانوں کی نسبت زیادہ کرتے ہیں۔

اِسی طرح دیانت، محنت اور مشقت برداشت کرنے کی عادت بھی ہمارے نوجوانوں میں ہونی چاہیے۔ ہمارے ملک میں مشقت برداشت کرنے کی عادت بہت کم ہے۔ جہاں کوئی ایسا کام پیش آیا جس میں محنت اور مشقت کی ضرورت ہوتی ہے تو فوراً دل چھوڑ دیتے ہیں۔ حالانکہ ہمیں سب سے زیادہ محنت اور مشقت برداشت کرنے کی عادت کی ضرورت ہے۔ مَیں نے بار بار توجہ دلائی ہے کہ دنیا میں ہماری نسبت چار ہزار کے مقابل میں ایک کی ہے اور جب تک ہم دوسروں کی نسبت چار ہزار گُنا زیادہ کام نہ کریں کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ جتنا گُڑ ڈالا جائے اُتنا ہی میٹھا ہو گا۔ پس جتنی محنت ہم کریں گے اُتنی ہی کامیابی کی امید کی جاسکتی ہے۔ جب ہمارا مقابلہ ایسے لوگوں سے ہے جو ہم سے چار ہزار گُنا ہیں تو ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کوشش کرے کہ اُس کا کام وقت، مشق، نیک نیتی، قربانی اور اخلاص کے لحاظ سے ایسا ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور چار ہزار افراد کے کام کے برابر شمار ہو سکے۔ تب ہم امید کر سکتے ہیں کہ ہم دنیا پر غالب ہوں گے۔ کیونکہ گو ہم تعداد

میں کم ہوں گے مگر قربانی میں چار ہزار کے برابر ہوں گے۔

مولوی محمد علی صاحب کو مُباہلہ کی دعوت: اس کے بعد مَیں ایک اَور مضمون کے بارہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ حال ہی میں مولوی محمد علی صاحب نے ایک مضمون لکھا ہے جس میں ہمیں بہت سی گالیاں دی ہیں۔ ان گالیوں کے متعلق تو مَیں کچھ نہیں کہوں گا۔ برتن کے اندر جو کچھ ہوتا ہے وہی باہر آتا ہے۔ مگر ایک بات ایسی ہے جس کا جواب دینے سے مَیں باز نہیں رہ سکتا۔ ان کی طرف سے بار بار ہم پر یہ الزام لگایا جاتا ہے اور اِس مضمون میں بھی اس الزام کو دہرایا گیا ہے کہ ہم کلمہ طیبہ کو منسوخ کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسا اتہام ہے کہ مَیں نہیں سمجھ سکتا اِس سے بڑا جھوٹ بھی کوئی بول سکتا ہے۔ وہ قوم جو کلمہ طیبہ کی خدمت کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھتی ہو اُس پر یہ الزام لگانا کہ وہ اسے منسوخ قرار دیتی ہے اتنا بڑا ظلم ہے اور اتنی بڑی دشمنی ہے کہ ہماری اولادوں کو قتل کر دینا بھی اس سے کم دشمنی ہے۔ ہماری اولادوں کو قتل کر دینا اِتنی بڑی دشمنی نہیں جتنا یہ کہنا کہ ہم لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے منکر ہیں۔ اور ایسا جھوٹ بولنے والے کے دل میں خدا تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت ہرگز نہیں ہو سکتی۔ جس کے دل میں خدا اور رسول کی محبت ہو وہ ایسا جھوٹ کبھی نہیں بول سکتا۔ یہ ہم پر اِتنا بڑا الزام ہے کہ ہمارے کسی بڑے سے بڑے مگر شریف دشمن سے بھی پوچھا جائے تو وہ یہ کہے گا کہ یہ جھوٹ ہے۔ اور مَیں سمجھتا ہوں اب فیصلہ کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے۔ اگر مولوی صاحب میں تخمِ دیانت باقی ہے تو وہ اور ان کی جماعت ہمارے ساتھ اِس بارہ میں مباہلہ کریں کہ آیا ہم کلمہ طیبہ کے منکر ہیں؟ اور اگر ان کی جماعت اِس بارہ میں ان کا ساتھ دینے کو تیار نہ ہو تو وہ اپنے آپ کو اور اپنے بیوی بچوں کو ساتھ لے کر میرے ساتھ مباہلہ کریں۔ مَیں بھی اپنی جماعت کے ساتھ مباہلہ کروں گا۔ اور اگر ان کی جماعت ان کا ساتھ نہ دے اور وہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ مباہلہ کریں تو مَیں بھی اپنے بیوی بچوں کے ساتھ مباہلہ کروں گا۔ وہ بھی یہ اعلان کریں کہ اے خدا! جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے اور جو دلوں کی باریکیوں کو بھی جانتا ہے مَیں تیری قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مرزا محمود احمد اور اس کی جماعت کلمۂ شہادت کو منسوخ قرار دیتے ہیں اور اگر مَیں اِس دعویٰ میں جھوٹا ہوں

تو مجھ پر اور میری اولاد پر عبرت ناک عذاب نازل کر۔ اور مَیں بھی یہ اعلان کروں گا کہ اے خدا! جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے، جو ہمارا خالق اور مالک ہے اور جو دلوں کی باتوں کو بھی جانتا ہے اگر ہم اس اظہار میں منافقت سے کام لے رہے ہیں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر ہمارا کامل ایمان ہے اور اِسے ہم نجات کا ذریعہ یقین کرتے ہیں تو ہمیں ایسے عذاب میں مبتلا کر کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے تُو نے کسی پر ایسا عذاب نازل نہ کیا ہو۔ پس اگر مولوی صاحب میں تخمِ دیانت باقی ہے تو وہ اِس طریقِ فیصلہ کو منظور کریں۔ لیکن اگر وہ ایسا نہ کریں اور اِس کے باوجود اِس جھوٹ پر قائم رہیں تو وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ نہ سکیں گے اور ممکن ہے اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ اُن کو اور ان کے ساتھیوں کو ظاہر طور پر بھی کسی ایسی بے ایمانی میں مبتلا کر دے جو لوگوں کے لیے عبرت کا موجب ہو یا اگر اب نہیں تو آئندہ خدا تعالیٰ یہ ظاہر کر دے کہ ان کی جماعت میں ایمان نہیں۔

پس اگر مولوی صاحب میں تخمِ دیانت باقی ہے تو وہ اپنی جماعت کے ساتھ مباہلہ کے لیے نکلیں اور اگر ان کی جماعت ان کا ساتھ دینے کو تیار نہ ہو تو اپنے خاندان کو ساتھ لے کر نکلیں اور میرے خاندان کے ساتھ مباہلہ کریں۔ ہم قسم کھائیں گے کہ ہمیں کلمہ پر پورا پورا ایمان ہے اور ہمارے نزدیک اِس پر ایمان کے بغیر کسی کی نجات نہیں ہو سکتی۔ سوائے اِس کے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کسی کو بخش دے۔ ہم خدا کے فضل کی حد بندی نہیں کر سکتے۔ ہم جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی کہتے ہیں تو اِس کا صرف یہ مطلب ہے کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مظہر اور آپ کا بروز بن گئے اور ایسا قُرب حاصل کیا کہ محمدیت کی چادر اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہنا دی۔ یہ گویا محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہی نبوت ہے جو ہم آپ میں دیکھتے ہیں۔ ورنہ نئی نبوت کا دعویدار ہمارے نزدیک کافر اور دجّال ہے۔ ایسا ہی شخص نبی ہو سکتا ہے جس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی چادر ڈال دی گئی۔ ہاں! ہم نبوت کی چادر کو نبوت ہی کہیں گے اگرچہ بروزی طور پر ہی نورِ نبوت حاصل ہوا ہو۔ اس کے بغیر ہم کسی نبوت کو نہیں مانتے۔ پس مولوی محمد علی صاحب کو چاہیے کہ اس طریق پر فیصلہ کر لیں۔ اگر ان میں ہمت ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ الزام صحیح ہے تو ان کے لیے

ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں اور انہیں چاہیے کہ سامنے آئیں اور اپنی جماعت کو ساتھ لائیں۔ یا اگر وہ شامل نہ ہو تو اپنے بیوی بچوں کے ساتھ آئیں اور اس طرح اس الزام کا فیصلہ کرلیں۔ وہ بھی اپنی جماعت کے ساتھ یا اپنے اور اپنے بیوی بچوں کے ساتھ اس الزام کے جھوٹا ہونے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا عذاب طلب کریں اور مَیں بھی اِس الزام کے صحیح ہونے کی صورت میں اپنے لیے اور اپنی جماعت یا اپنے بیوی بچوں کے لیے جو بھی صورت ہو عذاب طلب کروں۔ پس یہ فیصلہ کا آسان طریق ہے اور مولوی صاحب میں اگر ہمت ہے تو وہ اسے اختیار کرکے فیصلہ کرلیں۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ بزدل ہمیشہ اتہام لگاتا ہے مگر مقابل پر نہیں آیا کرتا۔ مولوی محمد علی صاحب بزدل بھی ہیں اور جھوٹے بھی۔ وہ کبھی اپنے آپ کو اور اپنے بیوی بچوں کو اس مقام پر کھڑا نہ کریں گے بلکہ اِس عظیم الشان جھوٹ بولنے کے بعد بزدلوں کی طرح بہانوں سے اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو جھوٹوں کی سزا سے بچانے کی کوشش کریں گے۔ وہ وقتی طور پر بے شک بچ جائیں لیکن اگر وہ اس اِتہام سے باز نہ آئیں گے اور خدا تعالیٰ کی پھانسی سے بھی بھاگنے کی کوشش کرتے رہیں گے تو ایک دن آئے گا کہ خواہ وہ اِس پھانسی سے بھاگیں، پھانسی خود ان کے پاس جائے گی اور خدا تعالیٰ کی لعنت کذّابوں کی طرح ان کا گلا گھونٹ کر رکھ دے گی اور وہ بھی اور اس افتراء میں شرکت کرنے والا ان کا ہر ساتھی خدا کی چکّی میں پیس دیا جائے گا۔ وہ اپنے افتراء کی لعنت کو اپنے صحنوں میں اُترتا ہوئے دیکھیں گے اور کذّابوں کی موت مریں گے"۔ (الفضل 7 جولائی 1944ء)

---

1 : جھاڑ: پھل۔ نتیجہ

2 : وڈانک: گندم کی ایک قسم جس کا پودا بڑے قد کا ہوتا ہے اور دانے موٹے ہوتے ہیں۔

3 : بخاری کتاب الاذان باب الذِّکر بَعْدَ الصَّلٰوۃِ

4 : المزّمّل:7